BA Part - II
Paper: III
Book - 3

پردۂ غفلت

(سید عابد حسین)

سوال نمبر 1: اردو ڈرامے کے ارتقاء کا جائزہ لیجئے یا اردو ڈرامے کی تاریخ پر روشنی ڈالیں؟

جواب:

ڈرامے کی مختصر تاریخ:

سنسکرت کی روایتوں میں سب سے پہلے بھرت منی کا "ناٹیہ شاستر" ہے جو زبان ڈراموں سے پہلے لکھی گئی ہے۔ اس روایت کے تحت "راس لیلا"، "رہس لیلا" اور "نوٹنکیا" ملتی ہیں۔ اس کے زیر اثر ہندی اور بعد میں ڈرامے لکھے گئے۔

اردو ڈرامے کی تاریخ:

پروفیسر مسعود حسن رضوی کے مطابق:

"واجد علی شاہ کا ناٹک "رادھا کنہیا کا قصہ" اردو کا پہلا ڈرامہ ہے۔"

اردو ڈرامے کی ابتدا اودھ شاہی اسٹیج کی رہین منت ہے۔

اردو ڈرامے کا پہلا دور امانت لکھنوی کے "اندر سبھا" سے شروع ہوتا ہے جسے بیشتر نقادوں نے اردو کا پہلا منظوم ڈرامہ تسلیم کیا ہے۔

دوسرا دور پارسی تھیٹر کمپنی سے شروع ہوتا ہے۔ لکھنؤ والے بیتاب کے تین ڈرامے مثلاً "سیماب جنبل" "اندھوں کو آنکھ" اور "شمشاد و سون"۔

تیسرا دور آغا حشر کاشمیری کا ہے۔ انہوں نے ڈرامے کو ادبی زبان دیا۔ انہوں نے ڈرامہ "اسیرِ حرص" 1901 لکھا۔ یہ بمبئی گئے جہاں الفریڈ تھیٹریکل کمپنی میں ملازم ہوئے۔ بعد میں اپنی کمپنی بنائی۔ ان کے دوسرے مشہور ڈراموں میں "سلور کنگ"، "رستم و سہراب" اور "یہودی کی لڑکی" ہے۔

بقول وقار عظیم:

"آج ہمارے سامنے حشر کے جو بھی ڈرامے موجود ہیں وہ سنت سنگھ کی کوشش کا ہی نتیجہ ہے جس میں ایکٹروں کی بھول چوک بھی شامل ہے۔"

چوتھا دور حشر کے بعد کا ہے یا بولتی فلموں کے عروج کا ہے۔ اس کے تحت اسٹیج کے دور میں کمی آئی لیکن ادبی ڈرامے کا رواج بڑھا۔ ان میں "پردہ غفلت" "ہراول دلوا" "راج دلاری" اور "انارکلی" وغیرہ ہے۔

ادبی ڈرامے کا آغاز محمد حسین آزاد کے "اکبر" سے ہوتا ہے۔ [illegible] نے منظوم ڈرامہ "مرقع لیلیٰ مجنوں" لکھا۔ اس کے ساتھ ہی عبدالماجد دریابادی، ظفر علی خان، پنڈت کیفی، چکبست اور پریم چند نے بھی ڈرامے لکھے۔

اصلاحی ڈراموں میں اشتیاق حسین [illegible] کا "قید فرنگ"، "گناہ کی دیوار" اور "نقش آخر"، عابد حسین کا "پردہ غفلت"، امتیاز علی تاج کا "انارکلی" ہے۔

BA Part - II
Paper - III
Book - 3

پردۂ غفلت
(سید عابد حسین)

پیروقیر حبیب کے ڈرامے "ہیروئن کی تلاش" "کھینی دوسری شام" "جید خاتون" اور "آزمائش" ہیں۔
ترقی پسند تحریک کے زیر اثر نے عوامی اسٹیج کا جنم ہوا۔ اس میں IPTA اور پرتھوی تھیٹر ہیں۔ IPTA نے خواجہ احمد عباس کا "زبیدہ" اور سرج نالائب کی "والیبی" علی سردار جعفری کا "یہ کس کا خون ہے" بلراج ساہنی کا "جادو کی کرسی" عصمت چغتائی کا "دھانی بانکپن" کیفی اعظمی کا "آخری شمع" اور پرتھوی تھیٹر نے "دیوار" "پٹھان" اور "غدار" پیش کئے۔

آزادی کے بعد حبیب تنویر کا "آگرہ بازار" کرتار سنگھ دگل کا "دیا بجھ گیا" "شور اور سنگت" اور "میٹھا پانی" وغیرہ ہیں۔ کرشن چندر کا "دروازے کھول دو" منٹو کا "آؤ" بیدی کا "سات کھیل" ابراہیم جلیس کا "اجالے سے پہلے" رشید جہاں کا "مجنوں کا خون" کے ساتھ ہی بیگم قدسیہ زیدی، صالحہ عابد حسین، ریوتی سرن شرما، برکش پنڈت، کشمیری لال ذاکر، اشک اور محمد محسن کے ڈرامے ہیں۔
دور حاضر میں گریش کرناڈ کا "تغلق" بادل سرکار کا "پگلا گھوڑا" موہن راکیش کا "آدھے ادھورے" اور وجے تندولکر کا "عدالت جاری ہے" کے ساتھ ہی گلزار اور سید محمد مہدی کے ٹی وی ڈراموں کو شہرت مل چکی ہے۔
ریڈیائی ڈراموں میں رفعت سروش، اظہر افسر، عادل یزدانی، ممتاز شکیب، ابراہیم یوسف، کمال احمد صدیقی، خالد عابدی، اقبال مجید، شمیم حنفی، محمود جالندھری، ریوتی ~~سرن~~ شرما اور ظہیر انور کا ذکر اہمیت کا حامل ہے۔

سوال نمبر ۲: اردو ڈرامہ کے فن اور اجزائے ترکیبی سے اپنی واقفیت کا اظہار کیجئے؟ یا
اردو ڈراما نگاری کے فن پر روشنی ڈالئے۔

جواب: ڈرامہ کا فن:
ڈراما یونانی زبان کا لفظ ہے جو Drama سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں کر کے دکھانا یا حرکت کے ہیں۔ اس کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ اسے تماشائیوں کے سامنے اسٹیج پر اداکاروں کے ذریعے کر کے دکھایا جاتا ہے۔

بقول ارسطو:
"ڈراما اس مکمل اور متوازن حرکت کا نام ہے جس میں ہم آہنگی کے ساتھ ساتھ مقصد بھی پیش نظر رہے۔"
A. Nicol نے اسے ادب کی سب سے زیادہ دلکش اور دلچسپ صنف کہا ہے۔
ڈرامے کا فن تضاد و تصادم کا فن ہے جو نتائج کے اعتبار سے المیہ یا طربیہ ہوتا ہے۔

BA Part II
Paper - III

پردہ غفلت

ڈراما زندگی کے واقعات وحالات کی کہانی پیش کرتا ہے۔ اس میں ایجاز واختصار کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ اسٹیج کے ذریعہ ناظرین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

ڈرامہ ادب کی ایک شاخ ہے اور مقبول صنف ہے۔ ڈرامے کی ابتدا نقالی سے ہوئی۔ ارسطو نے کہا ہے کہ "نقالی انسانی جبلت میں داخل ہے۔ یہ بچپن ہی سے ظاہر ہوتی ہے اور اس کی ارتقائی کمال کا نام ڈراما ہے"۔

بچہ پیدا ہوتے ہی نقالی شروع کر دیتا ہے۔ بچے اٹھنے، بیٹھنے، کھانے پینے ہر چیز میں نقالی کرتے ہیں۔ وہ کبھی چور بنتے ہیں تو کبھی سپاہی۔ کبھی دولہا تو کبھی دلہن۔ جب سن شعور کو پہنچ کر تھیٹر دیکھتے ہیں تو انہیں اس تجربے سے مدد ملتی ہے۔ مطلب یہ کہ اسٹیج پر انہیں وہ کردار نظر آتے ہیں۔ ان کی ایک شخصیت تو وہ کردار ہے جنہیں ڈراما نگار نے افسانوی شکل دی ہے دوسرے وہ اداکار جو ان کرداروں کے رول ادا کرتے ہیں۔

ڈراما فنون لطیفہ کی قدیم شکلوں میں ہے۔ یہ فن دن بدن ترقی کی منزلیں طے کرتا گیا اور وقت کے ساتھ ساتھ اس کی ہیئت اور تکنیک میں ترقی کرتی جا رہی ہے۔ اس فن میں موسیقی شاعری اور رقص کا بیک وقت امتزاج ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ڈرامے کا فن ہر دور میں نہ صرف زندہ رہا بلکہ ترقی کرتا رہا۔

ڈراما کو عام طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اول "ٹریجیڈی" دوم "کامیڈی"۔ کامیڈی میں انجام خوشگوار ہوتا ہے اور موضوع مزاحیہ یا ظریفانہ۔ اس کے برعکس ٹریجیڈی کا انجام رنج والم پر ہوتا ہے۔ لیکن ان دونوں میں ایک بات مشترک ہے۔ یعنی دونوں میں انسانی زندگی اور انسانی نشیب وفراز سے تعلق رکھتی ہیں۔ ڈرامے کا کام کرداروں کی اداکاری کے ذریعہ کہانی کو پیش کرنا ہے۔

ناٹیہ شاستر :-

دنیا کی سب سے پہلی ڈرامے کی کتاب سنسکرت ہی میں لکھی گئی ہے۔ بھرت منی کی "ناٹیہ شاستر" ڈراما اور کی ضخیم اور مستند کتاب تسلیم کی جاتی ہے۔ ناٹیہ شاستر میں ڈرامے کے ضروری اجزائے ترکیبی اسٹیج کی مکمل بناوٹ اور اس کی ساخت کے علاوہ دوسرے مخصوص ڈرامائی عناصر کی تفصیلات کے ساتھ ساتھ اس دور کے سماجی پہلوؤں اور اس کے خاص رجحانات و صفات کی حیرت انگیز تشریح ملتی ہے۔

سنسکرت ڈراما :-

ناٹیہ شاستر سے پتہ چلتا ہے کہ اولین ڈرامے سنسکرت ہی میں لکھے گئے

ان ڈراموں میں دو خاص قسم کی زبانیں استعمال ہوتی تھیں۔ یہ سنسکرت ہے جسے کہ دوسرے پراکرت۔ راجہ، برہمن، سپہ سالار، اور علماء سنسکرت بولتے تھے۔ ان ڈراموں میں پراکرت کی طرح استعمال ہوتی ہیں۔ عورتیں عام طور پر شورسینی پراکرت بولتی ہیں۔ دو ودشک اور مسخرے اور عام لوگ بولتے ہیں۔ مگدھی، مہاراشٹری پراکرت اور پشاچی پراکرتوں کا استعمال کرتے تھے۔

سنسکرت میں ڈرامے کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ سنسکرت کی بہترین اور عمدہ شاعری ڈرامائی ادب میں پائی جاتی ہے۔ لیکن سنسکرت ڈراما عوام سے بے نیاز تھا۔ اس ڈرامے کے صرف برہمنوں، چھتریوں، وزرا اور امرا کی تفریح کرتے تھے۔ اسی لیے سنسکرت ڈراما، کبھی المیہ پر ختم نہیں ہوتا۔ سنسکرت کے ممتاز ڈراما نگاروں میں اشوگھوش، بھاس، کالی داس اور بھوبھوتی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ کالی داس کا شمار دنیا کے بڑے ڈراما نگاروں میں ہوتا ہے۔ ان کے ڈراما شکنتلا کا درجہ بہت بلند ہے اور دنیا کے چند بہترین ڈراموں میں شمار ہوتا ہے۔ سنسکرت ڈراما لکھنے اور اسٹیج کرنے کا سلسلہ چودھویں صدی تک چلتا رہا۔ اور اس کے بعد بالکل ختم ہو گیا۔

یونانی ڈراما:-

یونان میں ڈراما قبل مسیح شروع ہو چکا تھا۔ یونانی ڈراما کی بنیاد یونانی دیومالا پر ہے۔ یہاں ڈراما ایک مقدس مذہبی طریقے کی حیثیت سے کھیلا جاتا ہے۔ یونانیوں نے المیہ کو جنم دیا۔ رومیوں نے جب ڈرامے کی طرف توجہ دی تو انہوں نے طربیہ ڈرامے تیار کرنا شروع کیے۔ یورپ میں نشاۃ الثانیہ کے ساتھ ڈرامے کا فن کو کافی عروج ہوا۔ فرانس اور انگلستان میں خاص طور پر اس فن نے ترقی کی۔ فرانس میں راسین اور مولیئر اور انگلستان میں شیکسپیئر اور بیسویں صدی میں برنارڈ شا نے اسے ایک بار پھر ادب کی ایک اہم صنف کی حیثیت دے دی۔

ڈراما اور اسٹیج:- جس ملک میں اسٹیج کی طرف توجہ نہیں دی گئی وہاں ڈراما ترقی نہ کر سکا۔ اسٹیج کا ڈرامے سے تعلق مصنوعی نہیں بلکہ اسٹیج کے بغیر ڈرامے کا تصور ہی مصنوعی معلوم ہوتا ہے۔ ڈرامے کا مقصد اسے اسٹیج پر پیش کرنا ہوتا ہے۔ اسی لیے ڈراما مختصر ہوتا ہے۔ ڈراما نگار ان واقعات کو پیش کرتا ہے جن سے کہانی آگے بڑھتی ہے اور ڈرامے کے اصل کردار سامنے آتے ہیں۔

ڈرامے کے اجزائے ترکیبی:

پلاٹ:- پلاٹ یا قصہ ڈرامے کا اہم اور بنیادی جزو ہے۔ ڈراما میں پلاٹ کا ہونا ضروری ہے۔ ڈرامے میں پلاٹ کی ابتدا کشمکش سے ہوتی ہے اور اس کشمکش کا حل ہمیں ڈرامے کے انجام تک پہنچاتا ہے۔ اس کی درمیانی کڑی ڈرامے کا پلاٹ ہوتا ہے۔ پلاٹ کی ترتیب میں ڈراما نگار آزاد نہیں ہوتا

BA Part II
Paper III

پردہ غفلت

کیونکہ اس کے ساتھ وقت کی پابندی ہے۔

ڈرامے کے پلاٹ کے لیے ضروری نہیں کہ اس میں اختصار کی بنا پر ایک ہی واقعہ یا حادثہ ہو۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ یہ واقعات و حادثات مختلف مناظر کے ذریعے اس طرح پیش کیے جائیں کہ وہ ایک ہی مرکزی خیال کی وضاحت کریں اور ڈرامے میں جو کشمکش ہو اس کو حل کرنے میں مدد دیں۔ ڈراما کا فن اجازت نہیں دیتا کہ اس میں غیر ضروری واقعات و حادثات شامل کر دیے جائیں۔

پلاٹ میں بیان کردہ واقعات کی ترتیب منطقی ہونا چاہیے اور کبھی واقعات کو ایک دوسرے سے پوری طرح ہم آہنگ اور مربوط ہونا چاہیے تاکہ قصے میں جا بجا کھانچے نہ رہ جائیں۔

کردار نگاری:-

کردار نگاری ڈراما کا ایک اہم عنصر ہے۔ کیونکہ ڈرامے میں آخر تک جو چیز ہماری دلچسپی برقرار رکھتی ہے وہ اس کے اندر مردوں اور عورتوں کے کردار ہیں۔ واقعات ہماری دلچسپی کو برقرار رکھتے ہیں لیکن واقعات کا ~~حقیقی~~ مقصد یہی ہوتا ہے کہ ان کے ذریعہ کرداروں پر روشنی ڈالی جائے۔ ~~جیسے~~ میکبتھ کی عظمت جیسے میکبتھ کے قتل کرنے میں نہیں بلکہ میکبتھ کے اپنے کردار میں ہے۔ ڈراما کا موضوع انسانی زندگی ہے۔ ڈراما نگار زندگی کے رنگین پہلوؤں اور مسائل اور انسانی جذبات کی تصویر پیش کرتا ہے۔ زندگی کی یہ مرقع کشی اس وقت ممکن ہے جب ڈراما نگار جیتے جاگتے کردار تخلیق کرے اور ان کی سیرت کو ایسی مہارت سے ابھارے کہ وہ تماشائی اور قاری کو اپنے گرد و پیش کے عام انسانوں جیسے معلوم ہوں۔ ان کی گفتگو، افعال اور جذباتی ردعمل میں حقیقت کا رنگ ہو۔ ان کے ہر عمل ان کے احساسات کا فطری نتیجہ ہوں۔ دراصل سیرت نگاری ڈراما کی فنی کامیابی کی ضمانت ہوتی ہے۔ ڈراما کا ہر کردار ایک انفرادیت اور امتیازی اوصاف کا حامل ہوتا ہے۔ کردار ~~نگاری~~ نگاری ہی میں ڈرامے کے فن کا کمال پوشیدہ ہے۔

مکالمہ:-

مکالمہ ڈرامے کی روح ہوتا ہے۔ پلاٹ کی دلکشی، سیرت نگاری، مقصد کی تعمیر اور تاثر کی صفت سب اس کے تابع ہوتے ہیں۔ اگر ڈراما نگار ~~مکالمہ~~ مکالمہ نگاری کی مہارت نہیں رکھتا ہوا اور مختلف طبقے کی زبان، انداز بیان اور لب و لہجے کے بارے میں اس کا مطالعہ گہرا نہیں تو خواہ اس کے مقاصد کتنے ہی بلند ہوں وہ کامیاب ڈرامے نہیں لکھ سکتا۔ مکالمہ ہی کے ذریعہ وہ اشخاص کی سیرت کو ابھارتا ہے اور کردار کو آگے بڑھاتا ہے۔ مکالمہ کا تعلق براہ راست کردار نگاری سے ہوتا ہے۔ کیونکہ مکالمے صرف الفاظ ادا کرتے ہیں بلکہ ان کا ذریعہ بولنے والے کے احساسات